جب تک دین قائم نہیں ہو گا' ہماری بندگی نامکمل ہے

"مخلوق میں سے کسی کی اطاعت نہیں کی جائے گی اگر خالق کی معصیت کا اندیشہ ہو"

چیف ایگزیکٹو کی حالیہ پریس کانفرنس سے یہ تاثر قوی ہوا ہے کہ ان کی سوچ' ذہن اور مزاج سیکولر ہے

نفاذ اسلام کے ضمن میں ریاستی و حکومتی سطح پر توقع ختم ہونے کے بعد اس کام کی ذمہ داری اب افراد کے کاندھوں پر ہے

دین کا پیغام پہنچانا بحیثیت مجموعی پوری امت کی ذمہ داری ہے لیکن پوری امت سوئی ہو تو پھر کیا کریں گے؟

عبادت رب' شہادت علی الناس اور اقامت دین ایک تکون کے اضلاع کی مانند لازم و ملزوم ہیں

مسجد دارالسلام باغِ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۵/ نومبر ۹۹ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

(مرتب : فرقان دانش خان)

گزشتہ خطاب جمعہ میں یہ بات میں تفصیل سے عرض کرچکا ہوں کہ اس وقت پاکستان میں جو حکومت ہے اس کی نوعیت واضح نہیں ہے۔ وہ سویلین حکومت ہے نہ سیاسی حکومت ہے۔ مارشل لاء بھی نہیں ہے۔ بقول چیف ایگزیکٹو وہ آرمی اور سویلین رول کا مکسچر ہے۔ البتہ ایک بات واضح ہے کہ اس وقت حکومت جن لوگوں کے ہاتھوں میں آگئی ہے ان کا مزاج خالص سیکولر ہے۔ چیف ایگزیکٹو کی حالیہ پریس کانفرنس سے بھی یہ تاثر مزید قوی ہوا ہے کہ ان کی سوچ' ذہن اور مزاج سیکولر ہے اور وہ اسی رخ پر آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ملک میں موجودہ حکومت سے نفاذ اسلام کی کوئی امید وابستہ نہیں کی جاسکتی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کام کی ساری ذمہ داری اب افراد کے کاندھوں پر آگئی ہے۔ ؎

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

چنانچہ اب اس ضمن میں عوام کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہونا چاہئے۔ یہ آسان کام نہیں ہے بلکہ بہت مشکل کام ہے' کیونکہ انسانی تاریخ میں اللہ کا دین حضرت محمد ﷺ کے ہاتھوں خالص انسانی جدوجہد کے نتیجے میں صرف ایک مرتبہ غالب ہوا ہے۔ اللہ چاہے تو آنِ واحد میں اس دنیا میں اس کی حکومت قائم ہو جائے' جس طرح آسمانوں پر قائم ہے۔ لیکن اللہ کی مشیت یہ ہے کہ اللہ کا دین قائم کرنے کے لئے انسان خود محنت کرے۔ تاہم یہ کام اتنا کٹھن ہے کہ اگر احادیث اور قرآن میں اس کی خبر نہ ہوتی تو میں بھی تسلیم نہ کرتا کہ قیامت سے پہلے دوبارہ اس روئے ارضی پر دین غالب ہو گا۔ کیونکہ اس کام کے لئے بڑے بڑے جلیل القدر انبیاء کو مصائب اٹھانا پڑے ہیں اور سوائے محمد رسول اللہ ﷺ کے کسی کو کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔

منبر و محراب

اب چونکہ کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا اس لئے یہ ذمہ داری امت محمدؐ کے کندھوں پر منتقل ہو گئی ہے۔ چنانچہ جس طرح چودہ سو برس قبل حضور ﷺ نے سرزمین عرب پر اللہ کا دین قائم کیا تھا اسی طرح اب ہمیں کل روئے ارضی پر دین غالب کر کے حضورؐ کے مشن کی تکمیل کرنا ہے۔ اگرچہ اس کام میں مشقتوں کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن ہمیں اس سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ کیونکہ ہماری زندگی تو ہے ہی مشقتیں اٹھانے کے لئے۔ طرح طرح کے بوجھ ہم پہلے ہی اٹھا رہے ہیں' بس انہی میں ایک اضافی بوجھ ہے دینی ذمہ داریوں کا۔ لیکن آدمی جب کمر کس لیتا ہے تو پھر وہ مشقت کا عادی ہو جاتا ہے۔ بقول غالب ؎

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پہ کہ آسان ہو گئیں

بس ذرا ہمت کرنے کی بات ہے۔ اگر ہم آگے بڑھیں اور اپنی دینی ذمہ داریوں کو سمجھیں تو پھر اس راہ کی مشکلیں خودبخود آسان ہو جائیں گی' جبکہ دینی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے حوالے سے اللہ کی طرف سے بڑی مؤکد ضمانت ہے کہ

﴿ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ﴾
"اللہ لازماً مدد کرے گا اس کی جو اس کی مدد کرتے ہیں۔"

تم ہمت تو کرو' میدان میں تو آؤ' قدم تو بڑھاؤ' تمہیں لازماً اللہ کی تائید حاصل ہو گی' وہ ضرور تمہاری مدد و نصرت فرمائے گا اور پہاڑ جیسے مراحل کو آسان کرتا چلا جائے گا۔

میں نے اپنے پچھلے خطاب میں انسان کی دینی و دنیوی ذمہ داریوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ ایک وہ ذمہ داریاں جن کا تقاضا انسان کے نفس میں موجود ہے' یعنی معاش کی ذمہ داری' کسی چھت کا سر پر ہونا اور شادی بیاہ و گھر گرہستی کی ذمہ داری۔ اسی طرح تین ذمہ داریاں وہ ہیں جن کا تعلق ہمارے عقل و شعور سے ہے۔ ایک وہ مُلک جس میں آپ رہتے ہیں اس کی آزادی اور حفاظت کے لئے آپ کی کچھ ذمہ داری ہے۔ دوسرے آپ کی کچھ ذمہ داری اپنی قوم کے لئے بھی بنتی ہے۔ اگرچہ آج کے دور میں قوم اور ملک کو گڈمڈ کر دیا گیا ہے لیکن ہمارا معاملہ دیگر اقوام عالم سے مختلف ہے۔ مسلمانوں کی قوم عالمی ملت اسلامیہ پر مشتمل ہے جو اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس ملت کی سربلندی کے لئے بھی ہم پر کچھ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ تیسرا معاملہ دین کا ہے کہ اپنے دین کے لئے

بھی انسان قربانیاں دے، مشقتیں برداشت کرے۔ ورنہ دین کا حال یہی ہو گا جو آج ہے۔ یہی ہم اہل پاکستان کی سب سے بڑی خوش قسمتی تھی کہ ہمارے یہ تین مؤخر الذکر تقاضے اسلام ہی کے ساتھ وابستہ تھے، لیکن ہم نے اسلام سے اعراض کر کے اپنی خوش قسمتی کو بد قسمتی میں بدل لیا ہے۔

اب آیئے دیکھیں ہماری وہ دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں جو موجودہ صورت حال میں ' نفاذ اسلام کی طرف پیش رفت کے ضمن میں ریاستی و حکومتی سطح پر موجودہ حکمرانوں سے توقع ختم ہونے کے بعد ' ہم پر عائد ہوتی ہیں۔ اتفاق سے ہماری دینی ذمہ داریاں یا فرائض دینی بھی تین ہی ہیں :

ہماری پہلی ذمہ داری ہے عبادت ' اللہ کی بندگی کرنا۔ چنانچہ قرآن مجید نے سورۃ البقرہ کے تیسرے رکوع کا آغاز ہی نوع انسانی سے اس مطالبے سے کیا ہے؟

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِى خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝ ﴾

"اے آدم کی اولاد! اپنے رب کی بندگی کرو ' جس نے تمہیں بھی پیدا کیا اور تم سے پہلے دنیا میں جتنے لوگ گزرے انہیں بھی پیدا کیا ' تا کہ تم بچ سکو۔"

اللہ کی بندگی اختیار کرو گے تو دنیا میں افراط و تفریط کے دھکوں سے بچ جاؤ گے جبکہ آخرت میں اللہ کے عذاب سے بچو گے اور جنت میں داخل کر دیئے جاؤ گے۔ سورۃ الذاریات میں تو عبادتِ رب ہی کو انسان کی تخلیق کا مقصد قرار دیا گیا ہے : ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ "میں نے انسانوں اور جنوں کو اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔"

عبادتِ رب کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ نماز ' روزہ ' حج ' زکوٰۃ بھی عبادات ہیں ' لیکن اصل عبادت یہ ہے کہ پوری زندگی میں اللہ کی بندگی اختیار کی جائے ' ہماری ہر حرکت اللہ کی مرضی کے مطابق ہو ' کہیں اللہ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ ہو ' کسی بھی ہستی یا ادارے کی ایسی اطاعت نہ کی جائے جس سے اللہ کی معصیت لازم آتی ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا ((لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ)) "مخلوق میں سے کسی کی اطاعت نہیں کی جائے گی اگر خالق کی معصیت کا اندیشہ ہو۔"

عبادت کے مفہوم کی وضاحت کے لئے قرآن و سنت میں دوسری اصطلاحات بھی استعمال ہوئی ہیں۔ ان میں ایک لفظ ہے "اسلام" جس کا مطلب ہے گردن نہادن ' سرِ تسلیم خم کر دینا ' یا سپر انداختن۔ انگریزی میں اس کی درست تعبیر یوں ہو گی "to surrender" یعنی جو حکم بھی ملے اسے بلاچون و چرا قبول کر لو۔ اس رویئے کا نام اسلام ہے۔

دوسری اصطلاح اطاعت ہے۔ یہ "طوع" سے بنا ہے ' جس کا معنی ہے دلی آمادگی۔ گویا دلی آمادگی سے حکم ماننا اطاعت ہے۔ اطاعت میں اللہ کے ساتھ اس کے رسولؐ کی اطاعت بھی شامل ہے۔ ﴿ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾ "اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی"۔

اس ضمن میں تیسرا لفظ ہے تقویٰ۔ یعنی اللہ کی بندگی اور اطاعت کا ایسا احساس دل میں بیدار ہو جائے کہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی پر طبیعت آمادہ ہی نہ ہو۔ کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے انسان سوچے کہ اس سے میرا رب ناراض تو نہیں ہو جائے گا ' یہ تقویٰ ہے۔

بندگی کے لئے چوتھی ہمہ گیر اور جامع ترین اصطلاح "عبادت" ہے۔ یعنی اللہ کی غلامی۔ شیخ سعدیؒ نے اس مفہوم کی بڑی عمدہ ترجمانی کی ہے ؎

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

لیکن محض بندگی یا غلامی "عبادت" نہیں ہے جب تک کہ اس میں پرستش شامل نہ ہو۔ پرستش میں محبت کا جذبہ شامل ہوتا ہے۔ چنانچہ عبادت کا مفہوم ہو گا اللہ کی بندگی اور اس کی پرستش۔ امام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ عبادت کی تعریف یوں کرتے ہیں "العبادة تجمع اصلين: غاية الحب مع غاية الذل والخضوع" یعنی حد درجے میں اللہ کے سامنے خود کو بچھا دینا اور حد درجے اللہ کی محبت سے عبادت کا صحیح مفہوم واضح ہوتا ہے۔

عبادت کے اعتبار سے اگر ہم جائزہ لیں تو ہمارے سامنے دو قسم کے احکام آتے ہیں۔ ایک وہ احکام ہیں جن پر ہم ہر جگہ بلا روک ٹوک عمل کر سکتے ہیں۔ مثلاً نماز پڑھنے پر کہیں پابندی نہیں ہے۔ روزہ رکھنے ' عمرہ و حج کرنے اور زکوٰۃ دینے سے کوئی نہیں روکتا۔ اسی طرح شراب پینے پر کہیں بھی کوئی مجبور نہیں کرتا۔ سود حرام ہے ' ایک درجے تک ہم اس کے براہ راست لین دین سے بھی بچ سکتے ہیں۔ پردہ بھی کر سکتے ہیں ' ٹھیک ہے لوگوں کی باتیں سننی پڑیں گی لیکن کر تو سکتے ہیں۔ اس قسم کے احکام جن پر میں عمل کر سکتا ہوں اگر نہیں کروں گا تو خود مجرم ہوں گا۔

البتہ کچھ احکام ایسے ہیں جن پر ہم انفرادی طور پر عمل نہیں کر سکتے۔ مثلاً قرآن کا حکم ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹو ' مگر وہ ہم نہیں کاٹ سکتے جب تک کہ پورا نظام نہ بدلے۔ زنا کی حد بھی ہم نافذ نہیں کر سکتے۔ اس اعتبار سے ہماری بندگی نامکمل ہے۔ کیونکہ شریعت کے اس حصے پر ہم عمل نہیں کر سکتے۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسلام کے نظام کو قائم کرنے کی کوشش کی جائے۔ جب تک یہ نظام قائم نہ ہو اُس وقت تک یہ ضروری ہے کہ جس حصے پر میں عمل کر سکتا ہوں (خواہ کوئی دقت آ جائے ' مشکل آ جائے ' لوگ ناراض ہو جائیں) اس پر ضرور عمل کروں۔ بہرحال ہمارے فرائض کی پہلی سطح یہ ہے کہ خود اللہ کے بندے بنیں۔ یہی ہماری غایت تخلیق ہے۔ تمام انبیاء نے اسی کی دعوت دی ﴿ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾ "کہ اللہ کی بندگی اختیار کرو ' اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔" یہی قرآن کی دعوت ہے۔ یہی حضرت محمد ﷺ کی دعوت تھی۔

ہمارے دوسرے فرض اور دوسری ذمہ داری کا تعلق رسالت محمدیؐ سے ہے ' کیونکہ حضور ﷺ کو تمام نوع انسانی کے لئے مبعوث فرمایا گیا تھا۔ لیکن ظاہر بات ہے کہ تمام نوع انسانی تک تبلیغ آپؐ نے خود تو نہیں کی تھی۔ اُس زمانے میں بھی ایران اور مصر میں دعوت و تبلیغ کا جو کام ہوا ہے وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعے ہوا ہے۔ ملائشیا اور انڈونیشیا میں بھی مسلمان تاجروں کے ذریعے اسلام پہنچا تھا۔ لہٰذا حضور ﷺ کے فریضۂ رسالت کے ضمن میں قیامت تک آنے والے انسانوں کو اللہ کا پیغام پہنچانے کی ذمہ داری کا بوجھ عملاً اب امت کے کاندھوں پر ہے۔

گویا رسالت محمدیؐ سے ہمارے تعلق کے دو حصے ہوئے۔ ایک حصہ تو یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کے ساتھ اس کے رسول کی اطاعت بھی ہو۔ مثلاً اللہ کا حکم ہے کہ نماز پڑھو۔ اب کیسے پڑھیں؟ کیونکہ قرآن میں تو نماز پڑھنے کا طریقہ نہیں بتایا گیا۔ چنانچہ نماز کا طریقہ حضور ﷺ نے بتایا کہ نماز ایسے پڑھی جائے۔ یہ نہیں کہ جیسے جی میں آیا ' دھیان لگا کر بیٹھ گئے اور نماز ہو گئی۔ اسی طرح روزہ کے احکامات محمد رسول اللہ ﷺ نے دیئے ہیں ' زکوٰۃ کا جو نصاب اور شرح انہوںؐ نے مقرر کی ہے ' ہمیں اس کی اطاعت کرنی ہو گی۔ لیکن دوسرا رخ یہ ہے کہ ہم آنحضور ﷺ کے امتی ہونے کی حیثیت سے آپؐ کے ان فرائض رسالت کی ادائیگی پر جو تمام عالم انسانیت کے ضمن میں آپؐ پر عائد ہوتے ہیں ' اللہ کی طرف سے مامور ہیں۔ چنانچہ سورۃ البقرہ کی آیت ۱۴۳ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ "اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک درمیانی امت (بہترین امت) بنایا ' تا کہ تم گواہ ہو جاؤ پوری نوع انسانی پر اور رسول گواہ ہو جائیں تم پر"۔ ہم درمیانی امت کس معنی میں ہیں۔ دیکھئے اللہ اور رسول کے درمیان واسطہ جبرائیل علیہ السلام تھے ' جبکہ جبرئیل اور صحابہؓ کے درمیان حضرت محمد ﷺ تھے۔ اسی طرح حضرت محمد ﷺ اور پوری انسانیت کے درمیان ہم یعنی امت محمد واسطہ ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے اللہ سے پیغام لیا اور محمد ﷺ کو پہنچایا۔ حضرت محمد ﷺ نے حضرت جبرائیل

علیہ السلام سے لیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو پہنچادیا۔ اب یہ امت کی ذمہ داری ہے کہ تمام نوع انسانی تک اللہ کا پیغام پہنچائے۔ یہ ذمہ داری بہت بھاری ہے۔ اگر ہم نے یہ ذمہ داری ادا نہ کی تو نوع انسانی اللہ کی عدالت میں ہمارے خلاف استغاثہ کرے گی کہ اے اللہ! تیرے دین کو پہنچانا ان کے ذمہ تھا' انہوں نے نہیں پہنچایا' بلکہ انہوں نے اپنے عمل سے ہمیں تیرے دین سے متنفر کیا' ان کو دیکھ کر ہم تیرے دین کی طرف مائل نہیں ہو سکتے تھے۔ جیسا کہ جارج برنارڈ شا نے کہا تھا کہ "جب میں قرآن پڑھتا ہوں تو محسوس کرتا ہوں کہ اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہو سکتی' لیکن جب مسلمانوں کو دیکھتا ہوں تو ان سے زیادہ ذلیل قوم دنیا میں کسی کو نہیں پاتا۔" حقیقتاً یہ صورتحال انتہائی افسوسناک ہے کہ دنیا میں کرپٹ ترین ممالک مسلمان ہیں۔ بہرحال یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے قول و عمل سے اللہ کا دین لوگوں تک پہنچائیں۔

اس ذمہ داری کی ادائیگی کے ضمن میں بھی بہت سی اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں۔ مثلاً تبلیغ' یعنی دوسروں کے پاس خود چل کر جانا اور دین کا پیغام پہنچانا۔ ایک دوسرا لفظ ہے دعوت' کہ کسی کو کھینچ کر اللہ کے راستے میں لے آنا۔ یہ تبلیغ اور دعوت ایک ہی عمل کے دو حصے ہیں۔ یہ وہ دوسرا کام ہے جو ہم میں سے ہر شخص کو کرنا ہے۔

اگرچہ بحیثیت مجموعی یہ پوری امت کی ذمہ داری ہے' لیکن پوری امت سوئی ہوئی ہو تو پھر کیا کریں گے۔ کیونکہ اگر کوئی بھی نہیں کرے گا تو پوری امت گنہگار ہو گی۔ اور آج اس امت پر ذلت و مسکنت کا جو عذاب آیا ہوا ہے وہ اسی ذمہ داری کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔ کشمیر میں جو ہو رہا ہے کہ بھارت کی زیادتی کے باوجود ہم اسے الٹی میٹم نہیں دے سکتے کہ وہاں سے نکلو' ورنہ پھر تخت یا تختہ ہو گا۔ اسی طرح چیچنیا میں روس کی جارحیت کے خلاف کسی مسلمان ملک نے آواز تک اٹھانا گوارا نہیں کیا۔ یہ ذلت اور مسکنت کا عذاب نہیں تو اور کیا ہے؟ لہٰذا اگر پوری امت سوئی ہوئی ہو تو قرآن نے اس کا راستہ بھی بتا دیا ہے: ﴿ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ اگر کبھی ایسا وقت آجائے تو کچھ لوگ تو بیدار ہو جائیں' پھر وہ دوسروں کو جگائیں' اور مل جل کر بڑی امت میں ایک چھوٹی امت بن جائیں۔ اُن کا کام یہ ہو کہ وہ خیر کی دعوت دیں' نیکی کا حکم دیں اور بدی سے روکیں' یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اب آیئے تیسری ذمہ داری کی طرف۔ وہ یہ ہے کہ اس دین اسلام کو قائم کرو' اس قرآن کے نظام کو نافذ کرو۔

(باقی صفحہ ۹ پر)

خبر نامہ اسلامی امارت افغانستان

ضربِ مؤمن' ۵ تا ۱۱ نومبر ۹۹ء

دنیا بھر کے حکام اور عہدیداروں کے لئے ایک درس

طالبان نے حضرت امیرالمومنین کی بے مثال اطاعت کر کے اسلام میں امارت شرعیہ کی خوبصورت تصویر کو چار چاند لگا دیئے ہیں' کابل میں ایک مرکزی وزیر کا کہنا ہے کہ وہ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ اگلے دن انہیں کس شعبے میں خدمت انجام دینا ہے ریڈیو کابل باقاعدگی سے سنتے ہیں کیونکہ تبدیلی یا برطرفی کا اولین فرمان ریڈیو ہی سے نشر ہوتا ہے۔ یہ عجیب باہمی اتفاق و اتحاد اور اطاعت ہے کہ گورنر اور وزیر تبدیلی کی محض زبانی اطلاع پر گورنری اور وزارت چھوڑ کر میدان جہاد کا رخ کر لیتا ہے یا حکم کے مطابق اپنے ہی ماتحت کے تحت کام کرنے لگتا ہے۔ واضح رہے کہ اس تمام معاملہ کو مروجہ بادشاہت یا ڈکٹیٹرشپ قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ امیرالمومنین کے انتخاب کے لئے شریعت نے علم' دیانت و تقویٰ' سیاسی فہم و فراست کی کڑی شرائط کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی عائد کی ہے کہ اسے اہل حل و عقد یعنی امت مسلمہ کی برگزیدہ ہستیاں' دیانت و تقویٰ کے حامل افراد اور اہل بصیرت نہ صرف منتخب کریں بلکہ اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے گواہی بھی دیں۔ پھر امیر کو مشورہ کا بھی پابند کر دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود اسے یہ اختیار نہیں کہ وہ خلاف شرع کسی بات کا حکم دے ورنہ اس کی اطاعت جائز نہیں' خود ملا محمد عمر مجاہد کو چار سال قبل قندھار میں پندرہ سو علماء کرام و مشائخ عظام اور مفتیان کبار نے امیرالمومنین منتخب کر کے ان کے ہاتھ پر انعقاد و امارت شرعیہ کی بیعت کی تھی۔

گورنروں وزراء اور عہدیداروں کی نگرانی کا منفرد انداز

حضرت امیرالمومنین انتظامیہ میں تبدیلی کرنے سے قبل استشارہ اور استخارہ تو فرماتے ہیں تاہم تبدیلی کا پیشگی اعلان نہیں کرتے۔ مگر اس مرتبہ عجیب واقعہ یہ ہوا کہ ریڈیو کابل نے چوبیس گھنٹہ قبل تبدیلیوں کے اعلان کا بھی اعلان کیا۔ خلاف معمول اس اعلان نے طالبان کی پوری انتظامیہ کو حیرت زدہ کر دیا تھا۔ ہر شخص اپنے قیاس کے گھوڑے دوڑا رہا تھا لیکن یہ راز اس وقت کھلا جب حضرت امیرالمومنین نے اپنے ایک انتہائی معتمد خاص سے فرمایا کہ میں پیشگی اعلان کر کے ایک دن کے اس درمیانی وقفہ میں عہدیداروں کے حالات کا جائزہ لے کر ان کے دلوں کو ٹٹول رہا ہوں کہ کسی کے قلب میں منصب اور عہدے کی محبت تو نہیں؟ امیرالمومنین نے فرمایا کہ اخلاص کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مسلمان ایسے موقع پر ادھر ادھر رابطے کرنے اور معلومات حاصل کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے اور اللہ سے دعا کرے کہ یا اللہ میرے امیر کے قلب میں وہ القاء فرما جو میری آخرت کے لئے بہتر ہو۔ یا اللہ میں تیرے دین کی خدمت کے لئے تیار ہوں مجھے یہ خدمت اچھی طرح انجام دینے کی توفیق فرما۔

دوستم کا دورۂ ماسکو: روسی وزارت دفاع نے فوجی مدد کا یقین دلایا

کمیونسٹ جنرل دوستم نے امارت اسلامی کے باغی کمانڈر احمد شاہ مسعود کی حمایت کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ وہ طالبان کے خلاف روس کی فوجی مدد حاصل کرنے کی غرض سے گذشتہ ایک ہفتے سے ماسکو میں روس کے اعلیٰ فوجی اور سیاسی حکام سے ملاقاتوں اور مذاکرات میں مصروف ہیں۔ بی بی سی کی فارسی سروس کو ایک انٹرویو میں جنرل دوستم نے کہا کہ انہوں نے روسی حکام پر واضح کر دیا ہے کہ وہ چیچنیا اور وسطی ایشیا کی ریاستوں میں بقول ان کے اگر دہشت گردوں سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں تو روس کو چاہئے کہ وہ طالبان کے خلاف متحدہ فرنٹ کی بھرپور مالی اور فوجی مدد کرے' دوستم نے کہا کہ روس نے ان کی تجاویز قبول کر لی ہیں' دوستم نے مزید کہا کہ ہندوستان اور ترکی سمیت تمام ان ممالک سے میرے اچھے تعلقات ہیں جو طالبان کی مخالفت کرتے ہیں۔

طالبان کا شدید جوابی حملہ: 20 باغی ہلاک

سنگ چارک کے علاقے میں مخالفین شدید مشکلات سے دوچار ہو گئے' اسلامی فوج نے مخالفین کے ٹھکانوں پر لگاتار اور تابڑتوڑ حملے کرتے ہوئے بیس افراد کو موت کی نیند سلا دیا جبکہ نو سے زائد زخمی اور گرفتار کر لئے گئے وزارت دفاع کے ایک ترجمان کے مطابق ضلع سنگ چارک میں تمام اہم ٹھکانے طالبان کے قبضے میں آچکے ہیں اس دوران کافی مقدار میں اسلحہ اور گولہ بارود پر بھی مجاہدین نے قبضہ کر لیا ہے۔

چیف ایگزیکٹو کی نئی ٹیم بھی "سٹیٹس کو" برقرار رکھنے کی قائل ہے

پاکستان کو حقیقی اسلامی ریاست بنانا ہمارا دِینی فرض ہی نہیں ہماری دُنیوی ضرورت بھی بن چکا ہے

ہم آزادی کے بعد نظریہ کی بنیاد پر معاشرے میں کوئی انقلابی تبدیلی لانے میں بُری طرح ناکام رہے

جنرل صاحب! اب اِس قوم میں قربانیاں دینے کی مزید ہمت نہیں

چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف کی خدمت میں چند گزارشات

مرزا ایوب بیگ' لاہور

جنرل پرویز کو "مشرف بااقتدار" ہوئے ابھی ایک ماہ بھی مکمل نہیں ہوا۔ اتنے مختصر عرصے میں کسی حاکم کی کارکردگی کا جائزہ لینا ممکن ہے نہ مناسب' البتہ یہ واضح ہو چکا ہے کہ وہ پاکستان کو ایک اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی بجائے ایک خوشحال مسلمان ملک بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس دعویٰ کے باوجود کہ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے' ہم آزادی کے بعد نظریہ کی بنیاد پر معاشرے میں کوئی انقلابی تبدیلی لانے میں بری طرح ناکام رہے۔ کوئی ایسی تبدیلی نہ کی جا سکی جس سے یہ احساس پیدا ہوتا کہ دورِ غلامی کے معاملات کو اب نظریہ کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے اور اسلام کا عادلانہ نظام اب ہماری حقیقی منزل ہے۔ انگریزوں کا عطا کردہ تعلیمی نصاب اور ان ہی کا فراہم کردہ تربیتی نظام آج بھی رائج ہے۔ کتنا عظیم المیہ ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جس جنگ آزادی میں مسلمانوں نے ہندوستان کی دوسری اقوام سے کہیں زیادہ قربانیاں دیں اور خون بہایا اور پھر قیام پاکستان تک اس کی سزا بھی بھگتتے رہے' اس جنگ آزادی کو محکمہ تعلیم کے بزرجمہر' پاکستان بننے کے بعد طویل عرصے تک نئی پاکستانی نسل کو "۱۸۵۷ء کا غدر" کے عنوان سے پڑھاتے رہے۔ بہرحال محکمہ انکم ٹیکس ہو پولیس ہو یا فوج' تربیت کا وہی دورِ غلامی والا پیٹرن اب تک چل رہا ہے۔ اندھا دھند اور بے رحمانہ طریقے سے ڈنڈا چلانا اور گالیاں دینا پولیس کلچر کا اہم حصہ ہے۔ فوج میں حرام حلال کی تمیز بالعموم نہ پہلے روا تھی نہ اب ہے۔ اس پس منظر کے ساتھ ہماری قیادت چاہے جمہوریت کے بطن سے جنم لے اور چاہے مارشل لاء کے نتیجہ میں چپ راست کرتی ہوئی اقتدار کی غلام گردشوں میں نمودار ہو جائے اس کا آئیڈیل اتاترک ہی ہو گا یا ماوزے تنگ' عمر فاروقؓ اور عمر بن عبدالعزیز کس طرح ہو سکتے ہیں؟

تجزیہ

چیف ایگزیکٹو صاحب نے اپنی معاونت کے لئے جس ٹیم کا انتخاب کیا ہے وہ بھی "سٹیٹس کو" برقرار رکھنے کی قائل ہے۔ اس لئے کہ اس کے اکثر ارکان پہلے بھی کسی نہ کسی سابق حکومت کا حصہ رہے ہیں۔ شریف الدین پیرزادہ صاحب پہلے بھی آئین میں سے مارشل لاء اور مارشل لاء میں سے آئین نکالتے رہے ہیں' وہ حکومت کا جزو بن کر بھی اپنی پرائیویٹ پریکٹس چھوڑنے پر تیار نہیں ہوئے۔ سٹیٹ بینک کے سابق گورنر ڈاکٹر یعقوب' بے نظیر اور نواز شریف کے دور میں ہونے والی مالی بے ضابطگی سے خدا جانے خود کو کس طرح الگ کرتے ہیں۔ محترمہ بیگم عطیہ عنایت اللہ بہبود آبادی اور کنٹرول کے حوالے سے عالمی سطح پر شہرت یافتہ ہیں۔ پاکستان میں کنڈوم اور مانع حمل کی دوسری ادویات وغیرہ متعارف کرانا بہت حد تک ان محترمہ ہی کا کارنامہ ہے۔ صوبوں کے گورنرز اگرچہ بہتر شہرت کے حامل ہیں لیکن ان میں سے اکثر عمر کے اس حصے میں ہیں جب جوش اور جذبے سے کام کرنا خاصا دشوار ہو چکا ہوتا ہے۔ مرکزی وزراء کے بارے میں یہ کہا جا رہا ہے کہ طویل عرصے سے عالمی مالیاتی اداروں سے منسلک رہے ہیں اور انہیں پاکستان سے زیادہ ان اداروں کے مفادات عزیز ہیں جہاں انہوں نے اپنی زندگی کا ایک حصہ گزارا ہے۔ سیدھی اور سچی بات یہ ہے کہ پاکستان کے عوام بھی اسی دنیا کا ایک حصہ ہیں جس میں یہ سوچ پوری طرح غالب آ چکی ہے کہ انسان کو اپنی تمام صلاحیتیں بروئے کار لا کر اپنی ذات اور زیادہ سے زیادہ اپنے ملک اور قوم کی بہتری کے لئے شب و روز زبردست محنت اور جدوجہد کرنی چاہے اور بس اس سے آگے کچھ نہیں ہے۔ "مذہب ایک خالصتاً ذاتی معاملہ ہے' قومی اور عالمی سطح پر اس کا کوئی رول نہیں"۔

ہمارے نزدیک دین کی بنیاد پر قائم ہونے والے ایک نظریاتی ملک میں ایسی سوچ کا عوام اور خواص کے ذہنوں میں راسخ ہو جانا اس ملک کی بقا اور استحکام کے لئے زہر قاتل ہے۔ بہرحال خالصتاً دنیوی نکتہ نظر کے حوالے سے بھی دیکھا جائے تو ہم صاحب اختیار حضرات پر واضح کر دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ بھٹو فیملی اور شریف فیملی اپنے اپنے وقت میں مقبولیت کی معراج پر تھے' پھر ایسا نہیں ہوا کہ لوگوں کو بے نظیر اور نواز شریف کی شکلیں بری لگنے لگیں اور انہوں نے دونوں کو رد کر کے فوج کے حکومت سنبھالنے پر اپنی خاموش تائید کا اظہار کر دیا تھا بلکہ دونوں اس لئے عوامی حقارت کا نشانہ بنے کہ انہوں نے عوام کو ریلیف دینے کی بجائے کرپشن کر کے خود مال و دولت سمیٹا' ٹیکسوں کی بھرمار اور مہنگائی کے سبب عوام کی زندگی کو اجیرن کر دیا۔ ان کا دوسرا مشترکہ جرم یہ تھا کہ انہوں نے قرضوں کے حصول کے لئے ملکی وقار کو خاک میں ملا دیا۔ عوام نے اس دوسرے جرم کو اپنی تنگ دستی سے بھی زیادہ

بری طرح محسوس کیا۔ سانحہ کارگل کے بعد میاں نواز شریف کی مقبولیت کا گراف انتہائی بری طرح گر جانا اس بات کا ثبوت ہے۔ لہٰذا اگر موجودہ حکومت نے بھی عوام کو ریلیف دینے کی کوشش نہ کی اور امریکہ کے گھڑے کی مچھلی بنے رہے تو عوام انہیں بھی بہت جلد رد کر دیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جب جنرل ٹیکس کے بلا استثنیٰ نفاذ اور پیٹرول کی قیمتوں اور بجلی کے نرخوں میں اضافے کی بات بعض بیوروکریٹس کی طرف سے آئی تو عوامی ردعمل فوری طور پر یہ تھا اور راقم کی رائے میں یہ فطری ردعمل تھا کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ نئے سیٹ اپ کی امریکی مخالفت وغیرہ سب ڈرامہ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ امریکہ نے جب تک مناسب سمجھا بے نظیر کے ذریعے پاکستانی عوام کا خون نچوڑا' پھر اس کام کے لئے نواز شریف کو لایا گیا اور جب یہ سمجھا گیا کہ نواز شریف خون نچوڑنے کا عمل جتنا ان کے لئے ممکن تھا کر چکے ہیں اب اس سے زیادہ نہیں کر سکتے تو انہیں بھی راہ سے ہٹا کر اب اس کام کے لئے فوج کو آگے کیا گیا ہے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ موجودہ حکمرانوں کی جانب سے کچھ دانشمندی کا مظاہرہ کیا گیا ہے' جس بیوروکریٹ نے ہر شے پر اور ہر قیمت پر جنرل سیلز ٹیکس کے نفاذ کا اعلان کیا تھا' اسے اس منصب سے فارغ کر دیا گیا ہے۔ بجلی کے نرخوں میں اضافے کا ذکر بھی دوبارہ نہیں کیا گیا البتہ پٹرول کے بارے میں ابھی کوئی واضح اعلان نہیں کیا گیا۔ جنرل صاحب کی خدمت میں گزارش یہ ہے کہ یہ قوم قربانیاں دینے کی اپنی باری دے چکی ہے' اس میں قربانی دینے کی مزید ہمت نہیں ہے!۔ بھوک اور افلاس انسان کو کفر تک لے جاتا ہے' لہٰذا اب قربانیوں کے لئے دوسرے طبقے کا انتخاب ہونا چاہئے جو تعداد میں تو بہت ہی قلیل ہے لیکن اس کے تن میں اتنی زیادہ چربی ہے کہ اگر اسے بھٹی میں ڈالا گیا تو اس کے روغن سے ساری قوم کی صحت بحال کی جا سکتی ہے۔

۱۶/ نومبر کے بعد دیکھا جا سکے گا کہ موجودہ حکومت ان مگرمچھوں سے کیا کچھ برآمد کر سکتی ہے۔ ان کی صرف ملکی دولت نہیں بلکہ جتنی ممکن ہو سکے بیرون ملک ان کی دولت کو واپس حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اور اس سلسلے میں کوئی رورعایت نہ برتی جائے' یہ عوام کی دولت ہے اسے عوام کو واپس ملنا چاہئے۔ ہم جنرل صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھیں گے کہ نادہندہ قرار دیئے جانے سے کوئی قیامت برپا نہیں ہو گی۔ اس سے پہلے جو ۱۶ یا ۱۷ ممالک دنیا میں نادہندہ قرار دیئے گئے تھے آخر ان کا کیا بگڑ گیا تھا۔ خود امریکی مفادات پاکستان سے وابستہ ہیں۔ پاکستان کو ختم کر کے امریکہ صد فی صد گھاٹے میں رہے گا اور یہ حقیقت امریکہ پر بالکل واضح ہے۔ ہمارے بارے میں امریکی رویہ اس سے قطعی مختلف نہیں کہ انہیں ڈراؤ اور دھمکاؤ اور اپنے مفادات حاصل کرو اور اگر یہ نہ مانیں تو خود مان جاؤ۔ جنرل صاحب! اگرچہ عسکری قوت اور اقتصادی مضبوطی دونوں ملک کی سلامتی کے لئے لازم و ملزوم ہیں لیکن بیسویں صدی اپنے اختتام پر یہ پیغام دے رہی ہے کہ ہزاروں ایٹم اور ہائیڈروجن بم' ٹینک اور توپیں سوویت یونین کو متحد نہ رکھ سکیں جبکہ جاپان کی اقتصادی ترقی دیکھ کر امریکی صدر کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھسک جاتی ہے (امریکی صدر جاپان کے دورے کے دوران چلتے چلتے لڑکھڑا کر گر گئے تھے)۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا ہم بھی یہ سب کچھ دنیا کے دوسرے ترقی یافتہ ممالک کے نقش قدم پر چل کر حاصل کر سکیں گے؟ نہیں ہرگز نہیں!! یہ رسول ہاشمیؐ کی قوم ہے۔ اس کا خمیر کسی اور چیز سے اٹھا ہے۔ اس کی آخرت ہی نہیں بلکہ اس کی دنیا بھی اس کے دین سے وابستہ ہے کیونکہ اس کا دین سننے کی حد تک نہیں بلکہ حقیقتاً ایک مکمل نظام حیات ہے۔ اسلام صرف مراسم عبودیت کی ادائیگی کا نام نہیں ہے بلکہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں کے لئے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ پھر یہ کہ اس ملک کی سوائے اسلام کے کوئی دوسری بنیاد ہی سرے سے نہیں ہے۔ ترکوں کو جوڑنے کے لئے تو ان کی زبان ترکی ہی کافی ہے۔ پنجابی' پٹھان' سندھی اور بلوچی کو کونسی چیز جوڑے گی؟ ان کی زبان مختلف' ثقافت مختلف' معاشرت مختلف۔ ان میں اسلام کے سوا کون سی شے مشترک ہے؟ لہٰذا اسلام سے ورے اقتصادی خوشحالی اور عسکری مضبوطی تو دور کی شے ہے جغرافیائی یکجہتی کیسے اور کب تک قائم رہے گی۔ جنرل صاحب! ذرا سوچئے تو سہی کوئی مصنوعی سیمنٹ انہیں کتنی دیر تک جوڑے رکھے گا؟ لہٰذا پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانا ہمارا دینی فرض ہی نہیں ہماری دنیوی ضرورت بھی بن چکا ہے۔ براہ کرم اپنے فوجی ماحول سے باہر نکل کر مملکت خداداد پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی تدبیر کیجئے کہ میری اور آپ کی اسی میں خیریت اور بھلائی ہے۔ وگرنہ عارضی بہتری اور استحکام تو اگرچہ ممکن ہے لیکن مستقل بنیادوں پر کسی مضبوط اور خوشحال فلاحی اسلامی ریاست کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین

ملتزم رفقاءِ تنظیم توجہ فرمائیں!

تنظیم اسلامی کے آل پاکستان تربیتی و مشاورتی اجتماع برائے ملتزم رفقاء کی منسوخی کے بعد اس کے قائم مقام کے طور پر' ان شاء اللہ العزیز

21 تا 23 نومبر 99ء' قرآن آڈیٹوریم لاہور میں

تنظیم اسلامی کی مرکزی مجلس مشاورت کا توسیعی اجلاس

منعقد ہو گا ----- جس میں

☆ ارکان شوریٰ کے ساتھ ساتھ وہ ملتزم رفقاء بھی شریک ہو سکیں گے جو امیر تنظیم کے خط (شائع شدہ "ندائے خلافت" شمارہ 39) کے حوالے سے اظہار خیال کا ارادہ رکھتے ہوں۔ تاہم ایسے ملتزم رفقاء کے لئے ضروری ہو گا کہ وہ 17 نومبر تک اپنی شرکت کی اطلاع براہ راست تنظیم کے مرکزی دفتر کو ارسال کریں۔ تاکہ ان کے قیام و طعام کا انتظام کیا جا سکے۔

☆ 17 نومبر تک جن ملتزم رفقاء کی جانب سے ارادۂ شرکت کی اطلاع موصول نہیں ہو گی وہ اس خصوصی مشاورتی اجتماع میں شرکت کے اہل نہیں ہوں گے۔ شرکت کے خواہشمند رفقاء سے درخواست ہے کہ وہ اپنے نام' ولدیت اور رجسٹریشن نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

☆ مزید برآں اس اجتماع میں آل پاکستان سطح پر مقامی تنظیم کے تمام امراء کی شرکت بھی لازم ہو گی۔

☆ اجتماع کا آغاز 21 نومبر کو نماز عصر کے متصلاً بعد اور اختتام 23 نومبر نماز ظہر پر ہو گا۔

المعلن: ڈاکٹر عبدالخالق' ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان

سلگتا ہوا چیچنیا ہم سے کیا کہتا ہے؟

تحریر: ابولبابہ شاہ منصور

قفقاز کے شیردل مسلمانوں کا مسکن چیچنیا ان دنوں روسی درندوں کی بدترین جارحیت کا شکار ہے۔ آج کل شیروں کی یہ کچھار سرخ ریچھوں کے گھیرے میں ہے۔ روسی خون آشام درندہ جس کو نوکیلے دانت نکال کر اور پنجے کاٹ کر افغان مجاہدین نے کوہ ہندوکش کی حدود سے بیک بینی و دوگوش نکال باہر کیا تھا اور وہ رسوا ہو کر اپنے زخم چاٹ رہا تھا' آج اپنے سابقہ انجام کو بھول کر پھر مسلمانوں پر چڑھ دوڑا ہے۔ پہلے اس کی غرض بحیرۂ عرب کے گرم پانیوں تک رسائی تھی تاکہ خلیج عرب میں موجود مسلم ممالک کے ملکیتی پٹرول کے خزانوں پر اپنی تھوتھنی مار سکے۔ اب وہ بحیرۂ قزوین کے ساحل پر موجود اسلامی ممالک کے قدرتی ذخائر ہتھیا لینا چاہتا ہے۔ اس کی پیش قدمی مسلسل جاری ہے۔ آسمان سے اس کے طیارے اور ہیلی کاپٹر اور زمین سے ٹینک اور میزائل آگ برسا رہے ہیں۔ توپوں کے دہانے باؤلے کتے کی بھونک کی طرح شعلے اگل رہے ہیں۔ قفقاز کی فضاؤں میں شیطانی قہقہوں کی گونج سنائی دے رہی ہے۔ اس کی وادیوں میں موت کا رقص جاری ہے۔ آگ اور بارود کی بارش اور گولوں اور میزائلوں کی دھمک میں چیچنیا کے مظلوم و بے کس مسلمان بے طرح روندے اور مسلے جا رہے ہیں۔ ہر قسم کے اخلاق اور انسانیت سے عاری وحشی دشمن نہتی آبادیوں پر ٹنوں وزنی بم' راکٹ اور اسکڈ میزائل برسا رہا ہے جس کی وجہ سے لاکھوں مجبور اور لاچار مسلمان پڑوسی ممالک میں پناہ کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ ہزاروں زخمی یا ہمیشہ کے لئے معذور ہو چکے ہیں۔ ہسپتال بھر گئے ہیں اور گھر اجڑ رہے ہیں۔ قبرستان آباد اور بستیوں کی بستیاں ویران ہو رہی ہیں۔ ظلم کا ایک طوفان ہے جو چیچن مسلمانوں پر امڈا چلا آ رہا ہے۔ درندگی اور سفاکی کی آندھی ہے جو ان کی ہر چیز کو تہس نہس کرتی چلی جا رہی ہے۔

وجہ کیا ہے؟ وہی جس کی قرآن کریم خبر دے چکا ہے: "اور یہود و نصاریٰ تم سے راضی نہیں ہو سکتے جب تک تم ان کا مذہب نہ اپنا لو۔" اگر تم اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد نہ کرو گے تو زمین میں بہت بڑا فتنہ اور فساد عظیم برپا ہو جائے گا۔" اللہ کے کلام کا لفظ لفظ سچا ہے' حرف حرف برحق ہے۔ کسی کو اس پر یقین نہیں تھا تو اب آ جانا چاہئے۔ چیچنیا کے مسلمان ۷۰ سال تک اپنے دین و ایمان کو دل کے نہاں خانوں میں چھپائے اس کی حفاظت کرتے رہے۔ انہوں نے کفر کی گندگی کو قریب نہ پھٹکنے دیا۔ ان کا سر اٹھا کر جینا اور کمیونزم کے جراثیم سے آلودہ نہ ہونا خدا کے منکر دہریوں کو پسند نہیں۔ وہ انہیں خود میں ضم کر کے ان کا تشخص ختم کرنا یا پھر انہیں نیست و نابود کر کے ان کے وطن پر غاصبانہ قبضہ اور وسائل پر جابرانہ تسلط قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ساری کفریہ دنیا پوری طرح اس کے ساتھ ہے اور اپنی خاموشی کے ذریعے اس کو موقع فراہم کر رہی ہے کہ افغانستان میں لگے داغ دھبے دھو ڈالے۔ دوسری طرف عالم اسلام اپنے بھائیوں کی حالت زار کو جانتے بوجھتے بھی ایک بے نام سی بے حسی اور ان دیکھی غفلت کا شکار ہے۔ دنیا بھر کے عیار چودھریوں اور مکار وڈیروں کا جرگہ (اقوام متحدہ) جو مشرقی تیمور میں انسانی حقوق کی پامالی پر چلا اٹھا تھا اور دم بھر میں صلیب پرستوں کے تحفظ کے لئے ہر قسم کی امداد لے کر جا پہنچا تھا' اب توحید پرستوں کی پوری ایک قوم کی نسل کشی پر اس کمینہ صفت لومڑی کی طرح کھڑا آنکھیں مٹکا رہا ہے جسے کچھ دکھائی سجھائی نہ دے رہا ہو۔ رہی امت مسلمہ' تو وہ کسی آسمانی چنگھاڑ کے انتظار میں آنکھیں موندے اگلی خبر کا انتظار کر رہی ہے۔ جب تک طوفان اس کی دہلیز تک پہنچے اور آگ کی لپٹیں اس کے آشیانے کو بھسم کرنا نہ شروع کر دیں' تب تک کسی حرکت کے موڈ میں دکھائی نہیں دے رہی۔ عوام اپنی دنیا بنانے میں مست ہیں اور خواص نے اپنی محنت کا مخصوص میدان چنا ہوا ہے اس کے دائرے سے باہر نکلنے کی ضرورت انہیں محسوس نہیں ہو رہی۔ خدانخواستہ اگر کچھ عرصہ یہی حال رہا تو اللہ جانے انجام گلستاں کیا ہو گا؟

روس جب دریائے آمو پار کر کے افغانستان کی سرزمین میں گھسا تھا اس وقت اس کی غرض وہی تھی جو آج ہے۔ کل اس غرض کے حصول کے لئے اس نے جو مظالم ڈھائے آج اس سے دگنی بربریت کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ لیکن اس وقت دنیا بھر کے مسلمانوں نے جہاں اپنی جان و مال سے افغانستان جہاد میں بے مثال اور بے نظیر قربانیاں دیں' وہیں مغربی ممالک بھی خلیج کی دولت اپنے ہاتھ سے جاتے دیکھ کر روس کو بلوچستان کے ساحل پر پہنچنے سے پہلے نیم مردہ کر دینا چاہتے تھے۔ یہ ممالک چونکہ خلیج کے سیال سونے پر منڈلی جمانے سے پہلے پہلے روسی ناگ کا پھن کچلنے میں اپنی عافیت سمجھتے تھے لہٰذا پوری مغربی دنیا بیک زبان جہاں زبان و قلم سے سرد جنگ لڑ رہی تھی' وہیں توپ کے دہانوں اور کلاشنکوف کی نالوں سے نکلنے والے آتشیں دھارے کو تیز تر کرنے میں بھی اپنا حصہ ڈال رہی تھی۔ چونکہ دنیا بھر کے فکر و نظر کے سرچشمے' عالمی ذرائع ابلاغ ان کی مٹھی میں تھے' اس لئے دل و دماغ کو متاثر کرنے والے تمام عناصر' سوچ و نظریہ ڈھالنے کے تمام ذرائع روس کو درندہ' وحشی' ظالم' غاصب' دراندازٗ گھس بیٹھیا ثابت کرنے پر سارا زور خرچ کرتے تھے۔ پوری مہذب دنیا ان کی دیکھا دیکھی افغان مجاہدین کی اخلاقی حمایت کرتی دکھائی دیتی تھی یا کم از کم ان کے لئے نرم گوشہ رکھتی تھی۔

لیکن اب حال یہ ہے کہ روس کی مچائی ہوئی وحشت و بربریت سے آسمان لرز اٹھا ہے' زمین تھرا رہی ہے۔ چیچن مسلمانوں کی حالت زار دیکھ کر کلیجہ کانپ جاتا ہے' دل کٹ کٹ جاتا ہے۔ جس کے دل میں خدائے لم یزل پر ذرا سا ایمان اور اسلام و مسلمانوں کا تھوڑا سا بھی درد ہے اسے اپنی رگوں میں خون کا لاوا ابلتا محسوس ہوتا ہے' اسے اپنی آنکھوں میں روشنی کی بجائے شعلہ اور چنگاریاں جگہ لیتی دکھائی دیتی ہیں' زندگی بوجھ اور دنیا پھیکی لگتی ہے۔ لیکن عیار اور ستم ظریف مغربی دنیا نے یوں آنکھیں پھیر رکھی ہیں جیسے کانی بیمار بھینس' کہ اسے ایک آنکھ سے چارہ نظر آتا ہے لیکن دوسری سے قصائی کی چھری اوجھل رہتی ہے۔ یہی حال ساری ملت کفر کا ہے اسے روس کے کہنے پر مجبور و بے بس چیچن مسلمان دہشت گرد نظر آتے ہیں لیکن روسی بھیڑیوں کی طرف سے بین الاقوامی قوانین کی پامالی اور معصوم شہریوں کا قتل عام اس کے ذرائع معلومات' سیٹلائیٹ اور برق رفتار صحافت کی گرفت میں نہیں آ رہا۔ دو رخی' دوہرے پن' دوغلی پالیسی اور کم ظرفی پر مشتمل اس سے زیادہ قبیح اور افسوسناک طرز عمل کوئی اور ہو سکتا ہے؟

بلاتبصرہ

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے!

اخذ و ترجمہ: سردار اعوان

۲۷/ اگست کے نیویارک ٹائمز میں ایک خبر شائع ہوئی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ ترکی کی حکومت مسلمان گروہوں کو زلزلہ سے متاثر ہونے والے افراد کی امداد کرنے سے روک رہی ہے' جس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ لوگوں میں مسلم گروہوں کی مقبولیت ملک کے سیکولر نظام کے لئے خطرہ کا باعث ہو گی۔ نیز اس سے یہ تاثر ابھرے گا کہ جو کام حکومت انجام دینے سے قاصر رہی ہے غیر سرکاری ادارے اسے بخوبی انجام دے سکتے ہیں۔ تاہم اس کے باوجود مسلم گروہ حتی الامکان آفت زدہ افراد کی امداد میں مصروف رہے۔ چنانچہ پولیس کی ایک بھاری جمعیت استنبول میں ایک مسلم فاؤنڈیشن "مظلوم در" کے دفاتر میں جا گھسی اور زلزلہ زدگان کے لئے جمع کئے گئے کمبل' خیمے اور دیگر امدادی اشیاء تلاش کرنا شروع کر دیں لیکن انہیں وہاں سے تو خالی ہاتھ واپس لوٹنا پڑا کیونکہ وہاں پر ایسی کوئی شے موجود نہیں تھی البتہ استنبول کے گورنر نے فاؤنڈیشن کا بنک اکاؤنٹ روک کر امداد کا اگر کوئی امکان تھا تو اسے ختم کر دیا۔ (ہفت روزہ "ریڈیانس ویو" ستمبر ۱۹۹۹ء)

مومن کی زندگی کیسی ہو؟

تحریر: فوزیہ عبدالمتین

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ))

"دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔"

میری بہنو! یہ حدیث ہے تو چھوٹی سی لیکن اس میں بہت بڑی بات پنہاں ہے جسے ہم بڑی آسانی سے نظرانداز کر دیتے ہیں۔ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو اس دنیا کو "قید خانہ" سمجھتے ہیں۔ شاید گنتی کے چند لوگ۔ زیادہ تر اسے خوبصورت باغ ہی سمجھتے ہیں۔ اور شاید اسی لئے یہاں سے جانے کا تصور کوئی بھی نہیں کرتا اور اسی لئے آخرت کا تصور بھی ہمارے ذہنوں سے نکلتا جا رہا ہے۔

اگر ہمارے ذہنوں میں آخرت کا ڈر ہو تو اس ذات باری تعالیٰ سے بھی محبت ہو۔ لیکن کیا ہم حقیقی معنوں میں اللہ سے محبت کرتے ہیں؟ بظاہر ہماری زندگی دنیا کی دوڑ دھوپ میں لگی ہوئی ہے جبکہ ہمیں اپنا تن' من' دھن صرف اور صرف اللہ کے لئے لگانا چاہئے۔ ہمارا یہ چند فٹ کا جسم اللہ ہی کے حکم سے یہاں لایا گیا اور اب اللہ کے ہی حکم سے اسکی طرف لوٹایا جائے گا۔ ہمارے جسم کے اندر اصل چیز ہماری روح ہے۔ کیا ہم اسے وہ غذا مہیا کرتے ہیں جو اسے ملنی چاہئے' نہیں! ہم کوشش بھی نہیں کرتے۔ ہم صرف اس کی ظاہری ٹیپ ٹاپ کو سجانے میں دن رات لگے رہتے ہیں تاکہ دیکھنے والے ہم سے متاثر ہوں جبکہ باطن چاہے کتنا ہی میلا رہے۔

ہمارے جسم میں گوشت کا ایک چھوٹا سا لوتھڑا موجود ہے جس کا نام "زبان" ہے۔ کیا اس کے ذریعے سے ہم دوسروں تک دین کی بات پہنچاتے ہیں یا پھر اسے صرف دوسروں پر طنز و مزاح کرنے میں اور دوسروں کو نیک کاموں سے روکنے یا ایک دوسرے کو لڑانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "مومن طعنہ دینے والا' لعنت کرنے والا' بے حیائی کی باتیں کرنے والا اور مبالغہ آمیزی کرنے والا نہیں ہوتا ہے"۔ یہی چیزیں ہیں جو انسان کو ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں اور انہی چیزوں کو ہم بڑی خوبصورتی سے اپنے ساتھ چپکائے ہوئے ہیں۔

ہم نے جب کسی کو قائل کرنا ہوتا ہے یا کسی کی خوشامد کرنا ہوتی ہے تو اس کے لئے ہم اپنی زبان کو خوب اچھی طرح سے استعمال کرتے ہیں تاکہ کسی طرح دوسرا انسان ہم سے متاثر ہوئے بغیر نہ جائے چاہے اس کے لئے ہمیں کتنا ہی جھوٹ کیوں نہ بولنا پڑے' کتنی ہی کسی کی دل شکنی کیوں نہ کرنی پڑے۔ ہم اس وقت بھول جاتے ہیں کہ ہم کون ہیں' ہمارا یہاں آنے کا مقصد کیا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ بات کہ ہمیں یہاں کس ہستی نے بھیجا ہے' بعض دفعہ تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی ایک کی خوشامد کرتے کرتے اتنا آگے نکل جاتے ہیں کہ زندگی میں بیلنس کرنا تو دور کی بات' ہم اپنے آپ سے بھی ناانصافی کرنے لگ جاتے ہیں۔ ظاہر ہے اس روح کو جو حقیقی ایمان ملنا چاہئے' جو خوبصورت اخلاق دینا چاہئے' وہ چیزیں جب نہیں ملیں گی تو ہماری روح آہستہ آہستہ مردہ ہوتی چلی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں کہ اگر ہم ساری عمر بھی اس کا شکر ادا کریں تو نہیں کر پائیں گے' لیکن بعض اوقات ہم اس خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ نا جانے ہم میں ایسی کونسی خاص خوبی ہے کہ یہ دولت' یہ شان و شوکت' یہ آسائشیں صرف ہمیں ہی ملی ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے' تنگی اور خوشحالی' دکھ اور غم سب اللہ کی طرف سے آزمائشیں ہیں۔ ایک مومن کی سوچ ایسی نہیں ہونی چاہئے' بلکہ ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ ہمیں حتی الامکان کوشش کرتے رہنا چاہئے کہ تکبر اور ریاکاری جیسی گھٹیا اور موذی بیماریوں سے بچ کر رہنا ہے' کیونکہ یہ ہمارے تمام اعمال کو ضائع کر دیتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو عاجزی اور انکساری بے حد پسند ہے۔ صبر سے اور ہمت سے تمام مصائب کا مقابلہ کرنا مومن کا شیوہ ہے۔ جیسے ہمارے نبی اکرم ﷺ نے اپنی تمام زندگی میں کیا۔ ان کی زندگی ہمارے لئے بہت خوبصورت اور مکمل نمونہ ہے جس کے بعد کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ عروج کو زوال میں بدل دینا اللہ کے لئے کوئی مشکل نہیں جیسے گذشتہ نواز حکومت کے ساتھ ہوا۔ یہ صرف انہی کے ساتھ نہیں ہوا بلکہ ہر وہ انسان' ہر وہ قوم جس نے بھی اللہ کے احکامات کو توڑنے کی کوشش کی بالآخر اسے عذاب کا مزہ چکھنا پڑا۔ ترکی میں زلزلہ' امریکہ اور دوسرے کئی ممالک میں زبردست طوفانی سیلاب یہ سب عذاب کی قسمیں ہیں۔ ہمیں اللہ سے ہمیشہ دعا کرتے رہنا چاہئے۔ خدا کرے ہمارا شمار ان لوگوں میں ہو جو ہمہ تن اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے کام کرتے ہوئے جان کی بازی لگاتے چلے گئے۔ خدا نہ کرے کہ ہمارا حال دوسری قوموں جیسا ہو جیسے قوم عاد و ثمود اور شعیب اور نوح علیہ السلام کی قوموں کے ساتھ ہوا۔ کیونکہ جب بھی کسی قوم نے اللہ کے احکامات کو ماننے سے انکار کیا' قرآن کو پس پشت ڈالا تو بالآخر ان قوموں پر اللہ کا عذاب آن پڑا۔ تو میری بہنو! کسی دانشور کا قول ہے کہ منتشر انسانوں کو یکجا کرنا اور انسانی ذہنوں کو بدلنا دنیا کے دو سب سے مشکل کام ہیں۔ خود نبی اکرم ﷺ نے اپنی اولوالعزمی' مستقل مزاجی اور تدبیر و تربیت سے یہ دونوں مشکل کام بآسانی کر دکھائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۝ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ ﴾

"یقیناً شیطان تمہارا جانی دشمن ہے' پس تم بھی اس کو دشمن ہی سمجھتے رہو۔ وہ تو لوگوں کو اپنی طرف صرف اس غرض سے بلاتا ہے کہ وہ لوگ آخر کار دوزخیوں میں شامل ہو جائیں۔"

دانشکدہ

نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آداب سحر خیزی

ہمیں ہر روز بڑے خوبصورت طریقہ سے سحر کے وقت اپنی عہد کی تجدید کرنی چاہئے جو ہم نے اپنے اللہ سے کیا ہوا ہے۔ علی الصبح بیدار ہونا' غسل کرنا' خود کو اپنے اللہ کے سامنے پیش کرنا دراصل اپنے آپ کو اشرف المخلوقات ثابت کرنا ہے۔ ہماری کتنی بدقسمتی ہے کہ پرندے ہم سے پہلے بیدار ہو جائیں اور بارگاہ الٰہی میں پہنچ جائیں۔

سحر کا وقت اولوالعزمیوں کے دور کا آغاز ہے۔ صبح کی بیداری سے دل میں آثار سحر پیدا ہوتے ہیں۔ بیداری ہی کا نام زندگی ہے۔ صبح جو دن کا سب سے زیادہ یاد رکھنے کا وقت ہوتا ہے یہی لمحۂ بیداری ہے۔ صبح کے وقت ہی تمام ذہانتیں بیدار ہو جاتی ہیں۔ ہمیں صبح کے وقت صبح ہی کی طرح شگفتہ اور تر و تازہ ہونا چاہئے۔

دوپہر کے وقت ہمیں بہترین علم و عمل کی انتہاء پر ہونا چاہئے اور جب ہم غروب ہونے لگیں تو ہمارے خون کی سرخی آسمانی کائنات پر بکھری ہوئی ہونی چاہئے۔

یہی خوبصورت زندگی کے سنگ میل ہیں۔

کہاوت ہے کہ جو لوگ صبح کو بیدار نہیں ہوتے ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

نیز اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو ہمارے ساتھ دوسرے لوگ بھی عذاب کا شکار بن سکتے ہیں' کیونکہ عذاب کے آنے کا وقت سورج کے طلوع ہونے سے پہلے کا ہے۔

(مرسلہ: منیر احمد' رفیق تنظیم فیروز ۱۱۰۱)

ظالم قوم کی توبہ کا قرآنی طریق!

تحریر: نعیم اختر عدنان

قرآن مجید کی تعلیمات سے سرسری واقفیت کا حامل شخص بھی اس حقیقت سے واقف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی شرافت و بزرگی اور اس کی مغضوبیت و مقہوریت کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ شاید اس لئے کہ مستقبل کی خیر امت کے سامنے بنی اسرائیل کا ماضی و حال بیان کر دیا جائے تاکہ جب کبھی اس امت کی کشتی حالات و واقعات کی منجدھار میں ہچکولے کھانے لگے تو اسے ڈوبنے سے بچایا جا سکے۔ بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی بے پناہ نعمتوں کا شکر بجالانے اور خدائے واحد کی عبادت کرنے کی بجائے بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا اور "ظلم عظیم" کے مرتکب ہوئے۔ اس لئے کہ اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو گا کہ کوئی قوم اللہ کی بندگی ترک کر کے اس کی ادنیٰ سی تخلیق یعنی بچھڑے کی پوجا شروع کرے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ظالموں کے لئے توبہ کا طریقہ تجویز کیا کہ اللہ کی بندگی کرنے والے یعنی نیک لوگ بچھڑے کی پرستش کرنے والوں یعنی گناہ گاروں کو اپنے ہاتھوں کیفر کردار تک پہنچائیں' تب ان کی توبہ قبول ہو گی۔ اپنے ہاتھوں اپنے بھائیوں کو قتل کرنا ایک اذیت ناک مرحلہ تھا' مگر یہی ان کے حق میں بہتر تھا۔ بگڑے ہوئے لوگوں کے لئے ایسا کیا جانا ضروری تھا' اس لئے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے۔

ہماری دانست میں ملت اسلامیہ پاکستان کو درپیش موجودہ مرحلہ بھی بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی سے بڑی گہری مشابہت رکھتا ہے۔ ہم نے بھی بحیثیت قوم انفرادی اور اجتماعی سطح پر اللہ تعالیٰ کی بندگی و اطاعت کرنے کی بجائے لادینی نظام کے بچھڑے کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور نصف صدی سے پوری قوم اس طاغوتی نظام کی فرمانبرداری و بندگی میں مصروفِ عمل ہے۔

۱۲/ اکتوبر کو "مغل اعظم" کا ہیوی مینڈیٹ زمین بوس ہو چکا اور اب اسلامی جمہوریہ پاکستان کے چیف ایگزیکٹو کا تجویز کردہ ایجنڈا بھی قوم کے سامنے آ چکا ہے۔ اس موقع پر ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر ہم نصف صدی کی قومی غلطیوں کی تلافی کرنا چاہتے ہیں تو واحد راستہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ نظام عدل و قسط کو نافذ العمل نہ کرنے اور اللہ کی بندگی سے انحراف کرنے والے لٹیرے حکمرانوں' ان کے کرپٹ وزیروں' منہ زور مشیروں' مغلیہ پرست پشت پناہوں اور بدقماش آلۂ کاروں سمیت سب قومی مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانا ہو گا۔ اس کے بغیر اللہ تعالیٰ نہ تو ہماری دعائیں قبول فرمائے گا اور نہ ہی ہماری توبہ منظور کرے گا۔ اگر نیک لوگوں نے قرآنی تعلیمات میں مضمر اس حل کی تائید نہ کی تو پھر ہمیں اللہ کے عذاب کے آخری کوڑے کا انتظار کرنا ہو گا کہ وہ کب ہماری پیٹھوں پر برسے اور دنیا سے ہمارا نام و نشان مٹا کر رکھ دے!

بقیہ: منبر و محراب

ظالمانہ' استحصالی نظام جس میں عدل و قسط نہیں ہے' اس کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر اللہ کا دیا ہوا نظام قائم کرو۔ اگر یہ نظام قائم نہیں ہے تو تمہاری عبادات بھی قبول نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ تینوں فرائض ایک تکون کے اضلاع کی مانند لازم و ملزوم ہیں۔ تکون کے تین سرے ہوتے ہیں۔ یوں سمجھئے اس کے قاعدہ کے ایک سرے پر تو لا اِلٰہ اِلاّ اللہ ہے' دوسرے پر محمد رسول اللہ ہے۔ لا اِلٰہ اِلاّ اللہ کا تقاضا ہے بندگی رب' یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت' تقویٰ یا عبادت۔ جبکہ محمد رسول اللہ کا تقاضا ہے تبلیغ' دعوت' امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور شہادت علی الناس' یعنی لوگوں پر ایک حجت قائم کر دینا تاکہ لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں تو کسی نے اللہ کا پیغام پہنچایا ہی نہیں۔ تکون کے تیسرے سرے پر فریضہ اقامت دین ہے۔ تکون کے نچلے دونوں سرے اس تیسرے نقطے یا سرے پر آ کر مل جاتے ہیں۔ گویا اس کا مطلب ہوا کہ عبادت بھی اسی وقت مکمل ہو گی جب سارے احکام شریعت نافذ ہو جائیں' ساری حدود و تعزیرات پر عملدرآمد ہو۔ اسی طرح شہادت علی الناس کا فریضہ بھی اُس وقت تک نامکمل ہے جب تک ہم اس دین کو قائم کر کے نہ دکھا دیں جس کی دعوت دے رہے ہیں۔ کیونکہ دین کا نظام قائم ہو گا تو لوگ اس کی حقانیت کو تسلیم کریں گے ورنہ سب کتابی باتیں ہوں گی۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ دین کا قائم کر دینا میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ لیکن اس نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد میں اپنا تن من دھن کھپا دینا تو میرے اختیار میں ہے' لہٰذا کوئی شخص اپنی امکانی حد تک کوشش کر رہا ہو کہ اللہ کا دین قائم ہو جائے تو گویا باطل نظام کے تحت زندگی گزارنے کا جو گناہ ہے' یہ اس کا کفارہ ہو جائے گا۔

یہی وہ ذمہ داری ہے جو اہل پاکستان کے حصے میں آئی ہے کہ ہم یہاں دنیا کو اسلام کا ایک عملی نمونہ قائم کر کے دکھا سکتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ اقبال نے اپنے ۱۹۳۰ء کے خطبہ الٰہ آباد میں کہا تھا کہ ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک آزاد ریاست کا قائم ہونا تقدیر مبرم ہے۔ اگر ایسا ہوا تو ہمیں موقع مل جائے گا کہ اصل اسلام یعنی دور خلافت راشدہ کے اسلام کا ایک نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر سکیں گے اور عرب امپیریلزم کے دور میں اسلام کے چہرے پر جو پردے پڑ گئے ہیں انہیں اٹھا سکیں گے۔ یہی بات قائداعظم محمد علی جناح نے کہی تھی کہ ہم پاکستان اسی لئے چاہتے ہیں کہ عہد حاضر میں اسلام کے اصول حریت و اخوت و مساوات کی ایک عملی مثال دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔ ہم جب تک یہ نہیں کرتے' دنیا کی حجت ہم پر قائم ہے کہ ہم نے ان تک دین نہیں پہنچایا۔

ہر شخص کو ان تینوں فرائض کا گہرا شعور ہونا چاہئے۔ ہمارے ہاں فرائض دینی کے بارے میں عام تصور یہ ہے کہ صرف نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ فرائض ہیں۔ لیکن مذکورہ بالا تینوں فرائض یعنی عبادتِ رب' شہادت علی الناس اور اقامت دین کے بارے میں لوگوں کو کوئی نہیں بتاتا۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمیں ان فرائض کی ادائیگی کا پختہ احساس ہو کیونکہ اگر یہ خاکہ ہمارے ذہن میں ہو گا تو ہمارے سامنے صحیح تصور آئے گا کہ ہمارا دین ہم سے کیا چاہتا ہے۔

ان فرائض کی ادائیگی کے ضمن میں کچھ شرائط یا لوازم بھی ہیں ان کا بیان اگلے جمعہ ہو گا۔ ان شاء اللہ۔

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان
ڈاکٹر اسرار احمد
کی کتب و تصانیف اور دروس و تقاریر پر مشتمل
آڈیو' ویڈیو کی مکمل
فہرست 1999ء
شائع ہو گئی ہے
مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن
36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور سے حاصل کی جا سکتی ہے

دینی و دنیاوی تعلیم کا حسین سنگم
قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس
زیر انتظام: مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

تنظیم اسلامی کراچی شرقی نمبر ۳ کے سلسلہ وار لیکچرز

تنظیم اسلامی کراچی شرقی نمبر ۳ میں ماہ جولائی سے حسب ذیل موضوعات پر سلسلہ وار لیکچرز کے انعقاد کا سلسلہ شروع ہوا۔

۱) دین اور مذہب کا فرق
۲) دین اسلام پر عمل کیسے کریں؟
۳) جہاد فی سبیل اللہ کیا ہے؟
۴) اسلام میں اجتماعیت کی اہمیت اور اس کی اساس
۵) نبی اکرم ﷺ نے دین کیسے غالب کیا؟

امیر تنظیم جناب نوید احمد نے اولاً لانڈھی میں یہ لیکچرز دیئے۔ بعد ازاں ایریا کورنگی میں دو لیکچرز کا انعقاد اگست میں ہوا اور دو لیکچرز ستمبر میں دیئے گئے۔ ان لیکچرز میں احباب کی حاضری ۲۵ تا ۳۵ رہی۔ لیکچرز کے اہم نکات کی فوٹو سٹیٹ بھی شرکاء کو دی گئی۔ (رپورٹ : عامر خان)

تنظیم اسلامی باجوڑ کے رفقاء کا اجتماع

۲۹ ستمبر کو جناب مولانا غلام اللہ خان رفقاء سے ملاقات کے لئے پھاٹک لائبریری تشریف لائے۔ اکثر رفقاء سہ پہر سے پہلے جمع ہوئے تھے۔ ایک بجے مولانا صاحب پہنچ گئے۔ نماز ظہر کے بعد لائبریری میں ۶ احباب بھی جمع ہوئے تھے۔ مولانا نے احباب کے سامنے تنظیم اسلامی کا مقصد اور ہدف بیان کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ تنظیم اسلامی نہ کوئی سیاسی جماعت ہے اور نہ کوئی مذہبی فرقہ' بلکہ ایک اسلامی انقلابی جماعت ہے جو سب سے پہلے پاکستان میں اور بالآخر تمام دنیا میں نظام خلافت قائم کرنا چاہتی ہے۔

انہوں نے اقامت دین کو مختلف اصطلاحات سے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے کہا تنظیم اسلامی کی دعوت یہ ہے کہ سب سے پہلے خود اللہ کا بندہ بننا' دوسرا یہ کہ اللہ کے دین کو دوسروں تک پہنچانا اور تیسرا یہ کہ اس دین کو نافذ اور قائم کرنے کی جدوجہد کرنا۔

انہوں نے کہا اس علاقے کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کے فرمودات کے حوالے سے تنظیم اسلامی کے امیر جناب ڈاکٹر اسرار احمد کی خصوصی امید وابستہ ہے۔ اس لئے کہ یہ خراسان کا علاقہ ہے۔ اس علاقے میں دین کی مختلف تحریکیں اٹھی ہیں۔ لیکن ان کی صحیح تربیت کرنا ضروری ہے۔ آپ نے "امیر البیان" امیر شکیب ارسلان کا قول بھی بیان کیا کہ "میری جان کی قسم' اگر ساری دنیا میں اسلام کی نبض ڈوب جائے کہیں بھی اس میں زندگی کی رمق باقی نہ رہے' پھر بھی کوہ ہمالیہ اور ہندوکش کے درمیان بسنے والوں میں اسلام زندہ رہے گا اور اس کا عزم جوان رہے گا"۔ اسی پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ : گل محمود)

تنظیم اسلامی اُسرہ بٹ خیلہ' مالاکنڈ ایجنسی کا خصوصی دعوتی اجتماع

حلقہ سرحد کی حالیہ مجلس مشاورت (منعقدہ ۲۶ ستمبر ۹۹ء بمقام پشاور) میں خصوصی ہدف کے حوالہ سے اُسرہ جات کو دعوتی اجتماعات منعقد کرانے کا جو شیڈول دیا گیا تھا' اس کے مطابق ۱۰/ اکتوبر ۹۹ء کو تنظیم اسلامی اُسرہ بٹ خیلہ کے زیر انتظام باڈوان ضلع دیر کی نواحی بستی خمبو کی مسجد الفاروقؓ میں ایک خصوصی دعوتی نشست کا اہتمام کیا گیا۔ ۲۸ ستمبر ۹۹ء کو ناظم ذیلی حلقہ مالاکنڈ جناب مولانا غلام اللہ خان حقانی صاحب نے اُسرہ بٹ خیلہ کے رفقاء کے ساتھ دفتر ذیلی حلقہ میں خصوصی ملاقات کی اور اس اجتماع کے انتظامات کو حتمی شکل دی گئی۔

پروگرام کے مطابق تمام رفقاء کو مقررہ تاریخ پر ظہر کی نماز کے لئے مذکورہ مسجد پہنچنا تھا۔ لیکن رفیق تنظیم جناب تنظیم الحق صاحب کے حصول معاش کے سلسلے میں لاہور منتقل ہونے کے باعث منتخب افراد کو بروقت شرکت کی دعوت نہیں دی جاسکی تھی۔ اس لئے راقم صبح ساڑھے آٹھ بجے بٹ خیلہ سے باڈوان کے لئے روانہ ہوا تاکہ دوپہر کے کھانے کے انتظامات کے علاوہ منتخب افراد سے ملاقات کرکے انہیں اس اجتماع میں شرکت کی دعوت دی جاسکے۔

ظہر کی نماز کی ادائیگی کے بعد تعارفی نشست ہوئی۔ شرکاء کی کل تعداد بارہ تھی۔ جن کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ مولانا غلام اللہ حقانی ناظم ذیلی حلقہ مالاکنڈ' شوکت اللہ شاکر نقیب اُسرہ بٹ خیلہ' محمد سلیم خان اور زائر اللہ (رفقائے تنظیم اُسرہ بٹ خیلہ)۔ چونکہ یہ خصوصی دعوتی اجتماع تھا اس لئے اس میں شرکت کے لئے صرف ان احباب کو دعوت دی گئی تھی جن پر اس سے قبل اُسرہ بٹ خیلہ کے رفقاء نے کافی محنت کی تھی اور وہ تنظیم اسلامی اور اس کے امیر محترم کے نام' کام' نظریہ اور طریق کار سے کافی حد تک آگاہ اور متاثر تھے۔ احباب میں سے جو حضرات ہماری خصوصی دعوت پر تشریف لائے۔ ان میں مسجد الفاروق کے امام و خطیب جناب مولانا مظہر الحق فاروقی' میاں بڑیگولہ کے امام و خطیب جناب ہدایت اللہ فاروقی صاحب بھی شامل تھے۔ مظہر الحق صاحب کے دو بھائی تقویم الحق اور مطیع الحق بھی شریک مجلس تھے۔ یہ تینوں بھائی رفیق تنظیم جناب تنظیم الحق صاحب کے برادران ہیں' جبکہ مولانا ہدایت اللہ فاروقی صاحب وفاق المدارس کے سند یافتہ اور ایم اے (اکنامکس) ہیں اور تبلیغی جماعت میں جانی و مالی انفاق کرتے ہیں۔ کھلے دل و ذہن کے مالک ہیں اور تنظیم اسلامی کے انیسویں سالانہ اجتماع میں راقم کے ہمراہ شرکت کرچکے ہیں۔ دیگر احباب میں قرآن کالج سے ایف اے کرنے والے حبیب اللہ اور ان کے والد محترم حمید اللہ صاحب' باڈوان کے عنایت اللہ اور رفیق تنظیم زائر اللہ کے ساتھ بٹ خیلہ سے آئے ہوئے دوست محمد شیرین شامل تھے۔ عنایت اللہ' ایف اے کرچکے ہیں جبکہ محمد شیریں دینی مرکز' بٹ خیلہ کے طالب علم ہیں۔

سب سے پہلے مولانا غلام اللہ حقانی نے اپنا تعارف کرایا اور تنظیم اسلامی میں اپنی شمولیت کا پس منظر بیان کرتے ہوئے تنظیم اسلامی اور دیگر ہم عصر مذہبی وہ سیاسی جماعتوں کے نظریہ اور طریقۂ کار کا مختصر تقابلی جائزہ پیش کیا۔ بعد میں دیگر رفقاء و احباب نے تعارف کرایا۔ اس کے بعد مولانا موصوف نے بڑے جامع انداز میں انبیاء کرام علیہم السلام کے مقصد بعثت اور نبی اکرم ﷺ کی تیئیس سالہ انقلابی جدوجہد کے حوالہ سے خطاب کا آغاز کیا اور عالم اسلام کے خلاف عالمی سطح پر ہونے والی سازشوں سے شرکاء کو خبردار کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ اسلام دیگر مذاہب کی طرح صرف ایک مذہب نہیں' بلکہ دین ہے جو انسانی زندگی کے تمام انفرادی و اجتماعی پہلوؤں پر اپنا غلبہ چاہتا ہے۔ آپ نے شرکاء پر اقامت دین کی فرضیت' رجوع الی القرآن اور جہاد کی اہمیت واضح کی۔ خطاب کے اختتام پر سوال و جواب کی نشست ہوئی۔

کھانے اور دعوتی لٹریچر کے مطالعہ کے بعد اجتماعی دعا پر یہ خصوصی اجتماع اختتام کو پہنچا۔

(رپورٹ : شوکت اللہ شاکر)

اُسرہ بی بیوڑ کی دعوتی سرگرمیاں

راقم نے ۳۰ ستمبر ۹۹ء کو مسجد لوہار آباد بی بیوڑ میں "عبادت رب" کے موضوع پر بعد از نماز عشاء خطاب کیا۔ تقریباً ۳۵ افراد نے شرکت کی۔ بیان میں واضح کیا کہ عبادت صرف نماز' روزہ اور زکوٰۃ کا نام نہیں' بلکہ ہر حالت میں اور معمولات زندگی کے ہر شعبے میں اللہ تعالیٰ کی غلامی کرنا یعنی اطاعت کرنا عبادت رب ہے۔ جیسے ہزار روپے کے نوٹ کو دو حصوں میں برابر تقسیم کرکے استعمال نہیں کیا جاسکتا' ویسے ہی عبادات بھی تقسیم ہوں تو اسے عبادت رب سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا' کیونکہ بعض امور میں ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں اور مشرک کے لئے جہنم ہے۔ اس موقع پر تربیتی پروگرام بھی ہوا۔ (رپورٹ : عالم زیب)

انتقال پُرملال

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد کے نائب امیر جناب آذر بختیار خلجی کے والد گزشتہ دنوں رحلت فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ ہمارے ساتھ ان کے لئے دعائے مغفرت میں شامل ہو جائیں۔ **اللھم اغفرلہ وارحمہ وحاسبہ حسابا یسیرا**

تنظیم اسلامی کراچی شرقی نمبر ۳
ایک روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی کراچی شرقی نمبر ۳ کا ایک روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام گیارہ' بارہ ستمبر ۹۹ء کو ہوا۔ پروگرام کا آغاز گیارہ ستمبر بروز ہفتہ بعد نماز عشاء درس قرآن سے ہوا۔ امیر تنظیم جناب نوید احمد نے درس قرآن دیا۔ بعدازاں تمام رفقاء نے قرآن حکیم کی آخری دس سورتیں سنائیں اور ایک دوسرے کی تجوید کی اصلاح کی گئی۔ اتوار کے روز تہجد سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ فجر کی نماز تک نوافل اور تلاوت کلام پاک کا اہتمام کیا گیا۔ بعد نماز فجر عامر خان صاحب نے درس حدیث دیا۔ صبح دس بجے اقبال احمد صدیقی صاحب کی رہائش گاہ پر "جہاد فی سبیل اللہ" کے موضوع پر نوید احمد صاحب نے لیکچر دیا اور سوالات کے جوابات دیئے۔ نماز عصر تا نماز مغرب گشت کیا گیا اور مغرب کے بعد نادر شاہ صاحب کی رہائش گاہ پر نوید صاحب نے درس قرآن دیا۔ ان پروگراموں میں رفقاء کے علاوہ ۶۰ کے قریب احباب نے شرکت کی۔ ۲۵ خواتین بھی لیکچرز اور درس قرآن میں شریک ہوئیں۔ (رپورٹ : محمد ہاشم)

تنظیم اسلامی لاہور جنوبی کی دعوتی و تنظیمی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی لاہور جنوبی نے ماہ ستمبر ۹۹ء میں اپنے علاقہ میں دعوت کا موضوع "قرآن اور پاکستان" رکھا تھا۔ اس موضوع پر لاہور جنوبی کے اسرہ جات نے مسجدوں اور گھروں میں مختلف دعوتی پروگرام منعقد کئے جس میں احباب کو دعوت ناموں کے ذریعے بلایا گیا۔ سوال و جواب کی نشستیں بھی ہوئیں۔

تربیتی اجتماع : ۳/ ستمبر ۹۹ء کو نماز مغرب دفتر لاہور جنوبی کے سبزہ زار میں تربیتی اجتماع منعقد ہوا۔ محمد افضل چوہدری صاحب نے منتخب نصاب نمبر ۲ سے درس قرآن دیا۔ محمد افضل آزاد صاحب نے احادیث کی روشنی میں بیعت اور اس کے تقاضے کے موضوع پر گفتگو کی۔ آفتاب الرحمٰن صاحب نے فکر آخرت کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے ایک مثال کے ذریعے دنیا اور آخرت کا موازنہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر کسی کو یہ کہا جائے سخت سردی میں تمہیں ایک رات ٹھنڈے پانی میں کھڑے رہنا ہے اور پھر تمہیں امریکہ بھیج دیا جائے گا تو یقیناً بہت سے لوگ اس کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر لوگوں کو کہا جائے کہ اللہ اور اس کے رسول ؐ کے بتائے ہوئے راستوں پر چلو خواہ تمہیں کتنی ہی مشکلات کا سامنا کیوں نہ ہو تو آخرت کی زندگی میں تمہیں ہر آسائش میسر ہو گی تو یہ یقین پیدا کر دینے سے لاکھوں کی زندگی بدل سکتی ہے۔

امیر لاہور جنوبی فیاض حکیم صاحب نے دعوتی خطوط کی مہم کے ضمن میں رفقاء کو ہدایات دیں اور مسنون دعا پر اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

دعوتی اجتماع : رفیق تنظیم محمد افضل آزاد کے گھر واقع علامہ اقبال ٹاؤن میں ۱۵ اور ۱۷ ستمبر کو بعد نماز مغرب دو پروگرام ہوئے۔ پہلے پروگرام میں محمد افضل چوہدری صاحب نقیب اسرہ ملتان روڈ نے سورۃ الحجرات کا درس دیا۔ جبکہ ناظم لاہور جنوبی غازی محمد وقاص نے تنظیم اسلامی کا تعارف بھی کروایا۔ یہاں احباب کی تعداد ۱۵ اور رفقاء ۵ تھے۔ دوسرے پروگرام میں بھی انہوں نے مدرس کے فرائض انجام دیئے۔ دونوں پروگراموں میں سوال و جواب کی نشستیں ہوئیں۔

قرآن اور پاکستان : ۱۹ ستمبر کو بعد نماز مغرب مسجد شوکت اسلام سمن آباد میں رحمت اللہ بٹر ناظم تربیت تنظیم اسلامی پاکستان نے قرآن اور پاکستان کے موضوع پر خطاب کیا۔ یہاں احباب کی تعداد ۲۰ تھی۔

دعوت فورم : ۲۴ ستمبر کو بعد نماز مغرب دفتر لاہور جنوبی کے سبزہ زار میں دعوت فورم منعقد ہوا۔ موضوع "پاکستان کے موجودہ حالات اور یہودی عزائم" تھا۔ صدارت امیر حلقہ لاہور ڈویژن ایوب بیگ مرزا صاحب نے کی۔ مفصل خطاب طارق مجید (ر) کموڈور بحریہ نے کیا۔ انہوں نے یہودی سازشوں کو بے نقاب کرنے کے علاوہ بھارتی انتخاب کے ضمن میں واجپائی کی کامیابی اور سونیا گاندھی کو اپوزیشن لیڈر بننے کی پیشین گوئی بھی کی (جو کہ اب پوری ہو چکی ہے)۔ انہوں نے کہا کہ سونیا گاندھی کی بیٹی پرینکا گاندھی آئندہ ۱۰/۵ سال میں بھارت کی حکمران بن جائے گی۔ سونیا گاندھی کا تعلق یہودی مذاہب سے ہے۔ یہودی عزائم میں بھارت کے ۳۳ ٹکڑے کرنا شامل ہے۔ یہودیوں کی نئی سازش ہے کہ مشرقی تیمور میں ریفرنڈم کے بعد فوری طور پر ملٹی نیشنل فوجیں داخل کر دیں۔ جس طرح بوسنیا اور کوسوو میں ملٹی نیشنل فوجوں نے مسلمانوں کی نسل بگاڑی۔ ساتھ ساتھ ان کو ان کے مذہب سے بھی بیگانہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں یہودی عزائم سے آگاہ ہونا چاہئے اور پھر اپنی حکمت عملی تیار کرنے کے لئے جذبہ جہاد کو بیدار کرنا ہو گا۔ ہندوستان کے ساتھ ہماری جنگ ضرور ہو گی اور یہی غزوۂ ہند ثابت ہو گی۔ ایوب بیگ مرزا صاحب نے صدارتی کلمات میں فرمایا کہ یہودیوں کی سازشیں اس لئے کامیاب ہوتی ہیں کہ ہم خود ان کے آلہ کار بن جاتے ہیں۔ ملک کو دولخت کرنے اور آئی۔ ایم۔ ایف' ورلڈ بینک سے قرضے لے کر حکمرانوں کی عیاشیوں اور آسائشوں پر صرف کئے اور ملک کو گروی رکھوا دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ جب تک یہاں منہج انقلاب نبوی ؐ کے مطابق اسلامی انقلاب نہیں آتا تب تک ہمارے حالات درست نہیں ہوں گے۔ نماز عشاء کی ادائیگی پر فورم اختتام پذیر ہوا۔ احباب کی تعداد ۳۰ تھی۔

قرآن اور پاکستان : ۲۹ ستمبر کو بعد نماز مغرب شاہد احمد عبداللہ صاحب کے گھر مذکورہ موضوع پر ایک نشست منعقد ہوئی۔ امیر لاہور جنوبی نے آدھا گھنٹہ خطاب کیا۔ اس کے بعد احباب نے سوالات کئے۔ عشاء کی نماز پر یہ نشست اختتام پذیر ہوئی۔ یہاں احباب کی تعداد ۱۵ تھی۔

(رپورٹ : غازی محمد وقاص)

اُسرہ بھکڑیوالی کی دعوتی سرگرمیاں

اُسرہ بھکڑیوالی کے رفیق تنظیم امان اللہ خان نے گورنمنٹ کرسچین ہائی سکول ڈسکہ میں پانچ لیکچر دیئے۔ حاضرین میں گورنمنٹ کرسچین ہائی سکول ڈسکہ اور گورنمنٹ ہائی سکول ڈسکہ کے اساتذہ بھی شامل تھے۔ حاضرین کی اکثریت انٹر اور گریجویٹس پر مشتمل تھی۔ کچھ میٹرک پاس بھی تھے۔ پہلا لیکچر "توحید اور اس کے عملی تقاضے" کے حوالے سے ہوا۔ دوسرے روز "مسلم امہ کا فرض منصبی شہادت علی الناس" کے موضوع پر تھا اور تیسرے روز "دینی فرائض کا جامع تصور" کے موضوع پر لیکچر ہوا۔ حاضرین نے کہا کہ دینی فرائض کا جامع تصور پہلی مرتبہ ان کے سامنے آیا ہے۔ اسی روز پھر سورۃ القیامہ کی روشنی میں آخرت کا تصور بھی واضح کیا گیا۔ چوتھے روز منہج انقلاب نبوی ؐ کے موضوع پر لیکچر دیا گیا اور اس مرحلے پر تنظیم اسلامی کے منشور اور موقف کو واضح کیا گیا اور حاضرین کی طرف سے کئے جانے والے سوالات کے جوابات بھی دیئے گئے۔

آخری روز "قرآن اور جہاد : دو مظلوم ترین حقیقتیں" کے موضوع پر لیکچر ہوا اور ایک بندۂ مومن کی شخصیت کا تصور واضح کیا گیا کہ اس کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار لازمی و ابدی ہے۔ سود اور اس کے متبادل نظام کے بارے میں حاضرین کے سوالات کے جوابات دیئے گئے۔

حاضرین تحصیل' ڈسکہ' ضلع سیالکوٹ کے دور دراز علاقوں سے تشریف لائے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ دوسری تحصیلوں سے بھی آتے تھے۔ یوں علاقے میں تنظیم اسلامی کا پیغام ایک وسیع حلقے تک پہنچا۔

تنظیمی اعلانات

امیر حلقہ سندھ جناب محمد نسیم الدین صاحب کی صحت کی کیفیت گزشتہ چند دنوں سے کافی مخدوش رہی ہے۔ وہ ہسپتال میں زیر علاج رہے ہیں اور اب قدرے افاقہ ہے۔ محترم امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اپنے حالیہ دورۂ کراچی کے دوران موصوف کی صحت کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا اور انہیں عارضی طور پر امیر حلقہ سندھ کی ذمہ داری سے فارغ کرتے ہوئے آرام کا مشورہ دیا۔ امیر محترم نے جناب اختر ندیم صاحب نائب امیر برائے کراچی کو قائم مقام امیر حلقہ سندھ مقرر کیا ہے۔ رفقاء و احباب سے ان کے لئے دعائے صحت کی خصوصی درخواست ہے۔

ہمارا مطالبہ ' ہماری اپیل
دستور خلافت کی تکمیل

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد 8' شمارہ 43
سالانہ زرِ تعاون -/175 روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 03-5869501

معاونین برائے مدیر:
○ فرقان دانش خان ○ مرزا ایوب بیگ
○ نعیم اختر عدنان ○ سردار اعوان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

امیر تنظیم اسلامی کا ایمان کے موضوع پر خصوصی لیکچر

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ۳ نومبر بروز بدھ' ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس کے طلباء و طالبات کو ایمان کے موضوع پر لیکچر دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے دین کی سب سے بنیادی اصطلاح ایمان ہے اور آخرت میں نجات کا انحصار ایمان ہی پر ہے۔ نیز عمل صالح' تواصی بالحق اور جہاد فی سبیل اللہ کا دارومدار بھی ایمان پر ہے۔ بالفاظ دیگر اسلام ایک عمارت ہے تو اس کی بنیاد ایمان ہے۔ تنظیم اسلامی اور جماعت اسلامی میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ جماعت اسلامی نے اسلام کی عمارت پر زور دیا ہے جبکہ بحمد اللہ ہم اس کے ساتھ ساتھ ایمان کی اہمیت بھی اجاگر کر رہے ہیں۔

انہوں نے فرمایا کہ ایمان کا مادہ "ا م ن" ہے۔ اَمِنَ یَاْمَنُ امن میں ہونا اس سے اسم فاعل ہو گا اٰمِنٌ یعنی امن میں ہو۔ باب افعال میں اس کا مطلب ہے' کسی دوسرے کو امن دینا۔ اس سے اسم فاعل بنے گا مومن یعنی کسی کو امن دینے والا۔ اسی سے اللہ کا صفاتی نام المومن ہے۔ اٰمَنَ یُؤمِنُ کے بعد "ل" یا "ب" کا اضافہ ہو جائے تو اس کا مطلب ہے تصدیق کرنا۔ "ل" کے ساتھ سرسری تصدیق اور "ب" کے ساتھ پورے وثوق سے تصدیق کرنا مراد ہے۔ عربی زبان میں ایک خصوصیت ہے کہ کسی لفظ کی ساتھ حروف جار لگانے سے معنی میں تو فرق آتا ہے لیکن اس کا مفہوم جڑ (Root) سے نہیں کٹتا۔ لیکن ہم یہاں دیکھتے ہیں کہ امن کی بجائے تصدیق کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس کے لئے تصدیق کے معنی سمجھنا ضروری ہیں۔ کسی نے کوئی خبر دی یا کوئی دعویٰ کیا اور آپ نے مان لیا تو اس کا مطلب ہے تصدیق کرنا۔ کیونکہ آپ کی تصدیق سے امن قائم رہے گا۔ عربی زبان میں امن سے دو الفاظ کی نفی ہوتی ہے' خوف اور حزن۔ خوف سے مراد مستقبل کا خوف اور حزن ماضی کا پچھتاوا ہوتا ہے۔

ایمان کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ آنحضور ﷺ نے جس بات کی خبر دی یا جو دعوے کئے ان کی تصدیق کرنا۔ یعنی
تَصْدِیْقٌ بِمَا جَاءَ بِهِ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ایمان کا موضوع وہ بنیادی سوالات ہیں جو ہر باشعور انسان کے سامنے آتے ہیں یا آنے چاہئیں؟

۱۔ کائنات کی حقیقت کیا ہے؟ ۲۔ انسان کی حقیقت کیا ہے؟ ۳۔ خیر اور شر کی حقیقت کیا ہے؟ یا میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں اور کہاں جانا ہے؟ کائنات کب سے ہے اور کب تک رہے گی؟ اس کو کوئی پیدا کرنے والا ہے یا نہیں؟ میرا اس کائنات کے خالق سے کیا تعلق ہونا چاہئے؟ وغیرہ۔ اگر انسان ان سوالات کے جوابات حاصل کئے بغیر زندگی گزار رہا ہے تو اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کراچی جا رہا ہو لیکن راستہ میں اس کے ساتھ کوئی ایسا حادثہ پیش آیا کہ اس کی یادداشت کھو گئی۔ اسے کچھ یاد نہیں کہ وہ کہاں جا رہا ہے اور کیوں جا رہا ہے؟ اس کا گھر کہاں ہے؟ اس کی اپنی حیثیت کیا ہے؟

یہ سب فلسفے کے سوالات ہیں۔ گویا ایمان اور فلسفے کا موضوع ایک ہی ہے۔ لیکن کوئی بھی فلسفہ یقین سے یہ نہیں کہہ سکا کہ ان سوالوں کے یہ جوابات ہیں۔ اور نہ ہی انہوں نے کوئی دعویٰ کیا کہ ہمارے پاس علم کے دوسرے ذرائع ہیں۔ جب کہ اس کے برعکس ہماری تاریخ میں تسلسل کے ساتھ کچھ ایسے لوگ بھی آئے ہیں جنہیں انبیاء کہا جاتا ہے۔ انہوں نے پورے یقین اور وثوق کے ساتھ ان سوالوں کے جواب دیئے اور انہوں نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ ہمارے پاس علم کے دوسرے ذرائع بھی ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ تمام انبیاء نے ان سوالوں کے جوابات ایک ہی دیئے ہیں' جو ایمان سے متعلق ہیں۔ علم وحی کے ذریعے ان بنیادی سوالوں کے جواب ہی کا نام ایمان ہیں۔ جس شخص کے ذہن میں یہ سوالات پیدا ہو جائیں اس کا دل دنیا کی کسی بھی چیز میں نہیں لگے گا۔ کپل وستو کا شہزادہ "گوتم بدھ" جب تیس برس کا تھا اس کی بیوی جوان اور ایک شیر خوار بچہ تھا۔ اس نے ان کے جواب ڈھونڈنے کیلئے محل کا آرام و آسائش چھوڑ دیا۔ اسی طرح سقراط نے اپنے نظریات سے دستبردار ہونے کی بجائے زہر پینے کو ترجیح دی۔

سلمان فارسیؓ نے انہی سوالات کے جوابات کی طلب میں نصرانیت اختیار کی۔ اس کے استاد راہب کا جب انتقال ہونے لگا تو اس نے آپؓ کو خبر دی کہ کھجوروں کی سرزمین میں محمد ﷺ آنے والے ہیں۔ چنانچہ وہ ایک یہودی کے غلام بن کر مدینہ منورہ پہنچے اور آپؐ کے قدموں تک رسائی حاصل کی۔ الغرضیکہ جس کے ذہن میں یہ سوالات پیدا ہو جائیں تو زندگی کی ہر چیز سے اس کی دلچسپیاں اٹھ جاتی ہیں۔

اب آیئے دیکھتے ہیں کہ انبیاء نے ان سوالات کے کیا جوابات دیئے؟ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے ایمان کے متعلق ایک ہی تعلیم دی کہ یہ کائنات نہ ہمیشہ سے ہے نہ ہمیشہ رہے گی۔ اس کا ایک پیدا کرنے والا ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ ہستی تنہا ہے۔ اس کی ذات کا تعلق ہماری عقل سے وراء الوراء ہے۔ جبکہ ہم اس کو اس کی صفات سے پہچان سکتے ہیں کہ وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ وہ الحی ہے' یعنی بذات خود زندہ بھی ہے اور زندہ رکھنے والا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ ایمان باللہ ہے۔

وہ اللہ پوری کائنات کا خالق ہے اور اس کی (Creation) کا ذروۂ سنام (Climax) انسان ہے۔ اس کی مخلوق میں تین کے پاس شعور کی دولت موجود ہے یعنی ملائکہ' جن اور انسان جبکہ ان میں اشرف المخلوقات انسان ہے۔ اللہ نے تمام فرشتوں کو انسان کے آگے جھکایا۔ پھر اس کو دنیا میں بطور آزمائش اور امتحان کے بھیجا کہ کون ہے جو اچھے اعمال لے کر آتا ہے۔ دراصل یہ دنیوی زندگی ایک امتحانی وقفہ ہے اور موت ایک درمیانی وقفہ ہے کہ ؏ "آگے بڑھیں گے ذرا دم لے کر" یعنی اس دنیا میں جتنے بھی انسان آئے ہیں انہیں پھر دوبارہ پیدا کیا جائے گا اور حساب کتاب ہو گا۔ یہ ایمان بالآخرت ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخرت میں کس چیز کی بنیاد پر حساب و کتاب ہو گا۔ اس کے لئے ہم لفظ علم استعمال کرتے ہیں۔ علم حاصل کرنے کے تین درجات ہیں' (۱) حواس خمسہ' (۲) عقل' (۳) اخلاقی حس۔ اس کے علاوہ انسان کے اندر حیوانوں کے مقابلے میں اضافی شے روح بھی ہے۔ روح میں اپنے خالق کی معرفت بھی موجود ہے اور محبت کا جذبہ بھی موجود ہے۔ یہ روح اس جسد میں آنے سے پہلے اپنے رب سے عہد کر کے آتی ہے کہ تیری ہی بندگی کریں گے۔ ان چار چیزوں کی بنیاد پر ہر انسان مسئول ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اتمام حجت کے لئے انبیاء و رسل کو مبعوث فرمایا اور انہیں مامور فرمایا کہ وہ اپنے قول اور عمل سے اللہ کا پیغام پہنچائیں۔ تاکہ قطع العذر ہو جائے۔ وحی کو آسمانی کتابوں اور صحیفوں کی شکل میں محفوظ کیا جاتا رہا تاہم جوں جوں انسان ترقی کرتا گیا اللہ کی طرف سے ہدایات بھی بدلتی گئیں۔ تا آنکہ آج سے ۱۴۰۰ برس قبل اللہ نے اپنی ہدایات مکمل کر دیں۔ ان سب پر یقین کا نام ایمان بالرسالت ہے۔ ایمان باللہ' ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرۃ کا آپس میں ربط کیا ہے۔ اصولی' نظری و فکری اعتبار سے اہم ترین ایمان' ایمان باللہ ہے۔ اس لئے ایمان مجمل میں اللہ پر ایمان کا ذکر ہے' قانونی اور فقہی اعتبار سے ایمان بالرسالت اہم ترین ہے۔ عملی اور اخلاقی اعتبار سے اہم ترین ایمان بالاخرت ہے کیونکہ یہ وہ جذبۂ محرکہ ہے جو لوگوں کو عمل پر آمادہ کرتا ہے۔ آخر میں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔

(رپورٹ: ذیشان دانش خان)